مولانا عزیز زبیدی (واربرٹن شیخوپورہ)

الاستفتاء

جرابوں پر مسح

ایک صاحب لکھتے ہیں کہ:

مروجہ جرابوں پر مسح جائز ہے یا نہیں! اس موضوع پر ماہنامہ "البلاغ" (کراچی) اور ماہنامہ ترجمان القرآن (لاہور) میں بحث چلی ہے، مگر دونوں کی کششوں سے خلجان بڑھا ہے، کم نہیں ہوا، آپ اس سلسلے میں اگر روشنی ڈالیں کہ صحیح کیا ہے؟ تو مہربانی ہوگی! (مختصراً)

الجواب: یہ استفسار ماہ ستمبر ۷۰ء میں موصول ہوا تھا۔ مگر دونوں رسالوں کی تاریخ درج نہیں تھی۔ جنوری ۷۱ء میں جا کر ان کا پتہ چلا اور لے کر ان کو دیکھ سکا۔ اگر قارئین بھی اپنی ذمہ داریوں کا احساس کیا کریں تو تلاش کی زحمت سے بچ کر ہم جلدی جواب دے سکتے ہیں۔

دلائل کی حد تک تو دونوں رسالوں کے مندرجات میں کلام ہو سکتی ہے۔ لیکن نفس مسئلہ اور مؤقف کے لحاظ سے ہمارے نزدیک ترجمان القرآن کا مؤقف اقرب الی الصواب ہے۔ اور زیادہ صحیح! "البلاغ" نے اپنی بحث میں جرابوں پر مسح کرنے کے خلاف جو مؤقف اختیار کیا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔ چمڑے کے موزوں پر مسح کرنے والی روایات متواتر ہیں، اس لئے پاؤں دھونے والی آیت کی وہ مخصص ہو سکتی ہیں لیکن جرابوں پر مسح کرنے والی احادیث احاد ہیں، اس لئے آیت کے ذریعے آیت کی تخصیص جائز نہیں ہے۔

۲۔ احاد کے علاوہ روایات ضعیف بھی ہیں۔

۳۔ جن صحابہؓ سے جرابوں پر مسح کرنے کی روایات آئی ہیں، وہ واضح نہیں ہیں کہ وہ مروجہ جرابوں جیسی تھیں یا موزوں جیسی ہوں گی؟

۴۔ جرابوں پر مسح کے قائل کا مسلک جمہور کے خلاف مسلک ہے

۵ - ایسی جرابیں جن سے پانی نہ چھن سکے، ان کو سب نا جائز کہتے ہیں۔

تخصیص:

جیسا کہ "ترجمان القرآن" نے کہا ہے، یہ صرف احناف کا مسلک ہے کہ احاد (غیر متواتر) روایات سے آیت کی تخصیص جائز نہیں ہے۔ دوسرے ائمہ اسے جائز سمجھتے ہیں ———— مگر معاصر "البلاغ" نے اس طرف توجہ نہ دی کہ احناف کے نزدیک:

(ا) جب ایک دفعہ آیت یا خبر متواتر کی تخصیص ہو جائے تو اس کے بعد خبرِ واحد (بلکہ قیاس) سے بھی اس کی مزید تخصیص ہو سکتی ہے:

"فان لحقہ خصوص معلوم او مجهول لا یبقی قطعیا (المنار) فاذا قام الدلیل علی تخصیص الباقی یجوز تخصیصہ بخبر الواحد او القیاس (اصول الشاشی) یعنی ما لحدیبقی العام بعد التخصیص قطعیا جاز فی العام بعد التخصیص من الکتاب والخبر المتواتر معلوما کان او مجهولا ان یخصص بخبر الواحد والقیاس اجماعا" (التلویح شرح التوضیح للعلامہ التفتازانی)

آیتِ وضو کی تخصیص "خفین" (موزوں پر مسح کرنے) والی متواتر حدیث سے پہلے ہو چکی ہے۔ اس لئے اگر اب جرابوں پر مسح کرنے والی خبرِ واحد سے مزید اس کی تخصیص کی جائے تو احناف کے نزدیک بھی ناجائز نہ ہوگا۔

(ب) خبرِ واحد سے زیادت علی الکتاب کا مطلب یہ ہے کہ: اس کے ذریعے کوئی ایسی شے ثابت نہیں ہو سکتی جو رکن یا شرط ہو۔ ہاں وجوب اور سنت ثابت ہو سکتی ہے:

علامہ انور کاشمیریؒ لکھتے ہیں:

"ثم قال الاحناف ای العراقیون بعدم جواز الزیادۃ علی القاطع بخبر الواحد و قال الشافعیۃ ومن تبعهم بجواز الزیادۃ بجعل القاطع، اقول یجوز الزیادۃ بخبر الواحد عندنا لکن لا فی مرتبۃ الرکن والشرط فیثبت الوجوب والسنیۃ بالخبر الواحد ولا نحمل خبر الواحد عن الاصل کما زعمہ بعض من لا حظ لہ فی العلم وتصدی الی الاعتراض علینا (العرف الشذی ص۳۱ شرح ترمذی)

جو حضرات جرابوں پر مسح کرنے کے لئے اخبارِ احاد پیش کرتے ہیں وہ اسے فرض نہیں کہتے بلکہ جائز کہتے ہیں۔

ضعفِ روایات: معاصر "البلاغ" نے جرابوں پر مسح والی روایات کو ضعیف کہا ہے۔ اگر اس سے ان کی

مراد علی الانفراد روایات کا ضعف ہے تو یہ بات ممکن ہے۔ اگر وہ یہ کہنا چاہتا ہے کہ مجموعی لحاظ سے بھی وہ ضعیف ہیں تو یہ بات صحیح نہیں ہے۔

اس کے علاوہ راقم الحروف کے نزدیک متداول جرابوں پر مسح کرنے کے لئے جرابوں کے سلسلے کی صرف وہ صریح روایات واحد مستدل نہیں ہیں جو "البلاغ" کی تنقید کا ہدف ہیں بلکہ وہ متواتر احادیث بھی ہیں جن کو انہوں نے چمڑے کے موزوں پر مسح کرنے کے لئے پیش کیا ہے، اس لئے جس ضعف کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، ہمیں اس کی فکر نہیں ہے کیونکہ وہ مضر نہیں ہے۔

تیمم ہو یا مسح، وہ سر کا ہو یا پاؤں کا، جبیرہ (لکڑی جو ٹوٹی ہوئی ہڈی کو جوڑنے کے لئے باندھی جاتی ہے) ہو یا پٹی پر، ان سب کا ایک ہی پس منظر اور ایک ہی سبب ہے۔ اور وہ "حاجت" اور "حرج" کا احساس ہے۔ آیہ تیمم میں فرمایا:

"وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِنْهُ مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلَٰكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝" (پ۶ - مائدہ ع ۲)

"اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا کوئی قضائے حاجت سے ہو کر آیا ہو یا تم نے عورتوں سے صحبت کی ہو اور تم کو پانی میسر نہ ہو تو ستھری مٹی لے کر اس سے تیمم (کر لیا کرو) یعنی اپنے منہ اور ہاتھوں کا مسح کر لیا کرو، اللہ تم پر کسی طرح کی تنگی کرنی نہیں چاہتا بلکہ تم کو صاف ستھرا رکھنا چاہتا ہے نیز یہ (چاہتا ہے) کہ تم پر اپنی نعمت کا اتمام کرے تاکہ تم شکر گزار رہو۔"

"حرج" عربی کا لفظ ہے اور اس سے وہ تنگی مراد ہے جو بعض چیزوں کی وجہ سے محسوس ہونے لگتی ہے۔ چونکہ دین ایسی گھٹن کے حق میں نہیں ہے جو انسان کی فطری کیفیات پر بوجھ بنے اور اس سے اصل مطلوب بھی متاثر ہو:

"وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ" (پ۱۷ - الحج ع۱۰)

"دین کے سلسلے میں اس نے تم پر کوئی تنگی نہیں کی۔"

مسح جن معذرتوں کے تحت اختیار کیا گیا ہے، خدا کے ہاں وہ عذر مقبول اور مسموع ہے، کیونکہ وہ معذرت ہے۔

"عن عطاء فی کسر الید والرجل فکل شیٔ شد ید، اذا کان معصوبا فالله اعذر بالعذر فلیمسح العصائب" (مصنف عبد الرزاق)

"قال ابراھیم النخعی امسح علیہا مسحا فاللہ اعذر بالعذر" (ایضًا)

اصولِ فقہ میں "مصالح حاجیہ" کے تحت اس سے بحث کی گئی ہے ۔ اور یہ بتایا گیا ہے کہ ان کو ملحوظ رکھنے سے کلفتوں کا مداوی ہوتا ہے اور تمدنی زندگی خوشگوار بنتی ہے ۔ چنانچہ امام شاطبی اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"واما الحاجیات فمعناھا انھا مفتقر الیہا من حیث التوسعة ورفع الضیق المؤدی فی الغالب الی الحرج والمشقة اللاحقة بفوت المطلوب فاذا لم تراع دخل علی المکلفین علی الجملة الحرج والمشقة" (الموافقات)

"حاجیات سے غرض یہ ہے کہ یہ پہلو اس امر کا ضرورت مند ہے کہ فراخی رہے اور اس تنگی کا خاتمہ ہو جو حرج اور مشقت کا سبب بنتی ہے جس کو ملحوظ نہ رکھنے سے اصل مقصود فوت ہو سکتا ہے باجموعی لحاظ سے انسان حرج اور مشقت میں پڑ سکتا ہے ۔"

امام غزالی مصالح حاجیہ سے پہلے مصلحت کے مفہوم کی وضاحت فرماتے ہیں ۔ یعنی جلب منفعت اور دفع مضرت کا نام مصلحت ہے ۔ لیکن یہ مصلحت مرادف مراد ہے جس کا تعلق شرعی مقاصد سے ہے ۔ یعنی انسان کے دین، اس کی ذات، اس کی عقل، نسل اور جو اس کے لئے چاہیئے، ان سب کی نگہداشت کرنے کا نام مصلحت ہے ۔ اس کے بعد انہوں نے پہلے ضرورات کے درجہ، پھر حاجیات اور اس کے بعد تحسینیات کے درجہ کی تفصیل پیش کی ہے اور خوب کی ہے :

"اما المصلحة فھی عبارة فی الاصل عن جلب منفعة او دفع مضرة ولسنا نعنی بہ ذالك فان جلب المنفعة ودفع المضرة مقاصد الخلق وصلاح الخلق فی تحصیل مقاصدھم لکنا نعنی بالمصلحة المحافظة علی مقصود الشرع و مقصود الشرع من الخلق خمسة وھو ان یحفظ علیھم دینھم ونفسھم وعقلھم ونسلھم ومالھم، فکل ما یتضمن حفظ ھذہ الاصول الخمسة فھو مصلحة" (المستصفی ص۱۴۰)

اس کے بعد انہوں نے "ضرورات، حاجیات اور تحسینیات" کے مراتب کی تفصیل پیش کی ہے ۔ اگر اسلامی مشاورتی کونسل نے "المستصفی" اور "الموافقات" کے ان مقامات کو ملحوظ نہ رکھا تو ہو سکتا ہے وہ بھی اس سلسلے کے مسائل کو لاجعل کر دیں ۔

بہرحال تیمم اور مسح کی جتنی شکلیں ہیں، ان سب کا تعلق مصالح حاجیہ سے ہے ۔ اور یہ وہ قدر مشترک

ہے جو دیومشورہ کی طرح قرآن وحدیث میں مختلف مقامات پر بکھری پڑی ہے، اس لئے ان کو یکجا کر کے ان سے استفادہ کرنے کی ضرورت ہے۔ الگ الگ کر کے ان کا تیا پانچہ کرنے کی کوشش کی گئی تو ان مصالح حاجیہ کا خون ہو جائے گا۔ واقعہ یہ ہے کہ شریعت مطہرہ نے انسان کی ان فطری کمزوریوں کا پورا پورا لحاظ رکھا ہے، ان کی داد دینے کے بجائے محض گروہی تعصبات کی بنا پر ان سے بھاگنے کی کوشش دراصل دین کو دینِ فطرت کے بجائے دینِ رہبان بنا ڈالے گی۔ طوالت کے ڈر سے ہم آپ کو وہ نمونے نہیں دکھا سکتے جو مصالح حاجیہ یا تحسینیات سے تعلق رکھتے ہیں اور دین کی فطری سادگی سے بالکل ہم آہنگ ہیں مگر یار دوستوں نے ان پر بوجھ بن کر اس کے بیساختہ پن اور مسنون فطری سادگی کو غارت کر ڈالا ہے۔

دھونے کے بجائے سر کا مسح تجویز ہوا، اگر دھونے کو فرض کر دیا جاتا تو اگر بس چلتا تو دنیا اپنے دوش کو سر کے بوجھ سے ہلکا کرنے کو ترجیح دیتی۔ عرب کا ایک خاص لباس ہے، وہاں پگڑی کا بھی خاص انداز ہے اسلام نے یہاں بھی رعایت دی کہ اگر کوئی صاحب اپنی پگڑی (عقال) کو اتارنے کے بجائے اس پر ہی مسح کرلے تو اس کو اس کی اجازت ہے، کیونکہ اتار کر بھی مسح ہی کرنا تھا، دھونا تھوڑا تھا۔ چنانچہ خود رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) نے یہ کر کے دکھایا بھی ——————

——————صحیحین کے علاوہ سنن اور دوسری کتب احادیث میں اس سلسلے کے کافی آثار ملتے ہیں۔

یہی کیفیت جبیرہ اور پٹی کی ہے کہ کھول کر بھی آخر اس پر مسح ہی کرنا تھا، دھونا تھوڑا تھا، اس لئے فرمایا "ان پر مسح کر لیا کرو"

پاؤں کے مسح کی بات بھی کچھ ایسی ہی ہے کہ جب ایک شرعی ضرورت کے تحت ان کو ڈھکنے کی نوبت آجائے تو حسبِ توفیق اور حسبِ حال کوئی انہیں چمڑے کے موزوں سے ڈھکے یا دوسری اونی، سوتی یا نائیلون کی جرابوں سے ڈھکے، انہیں بہرحال اتارنا چڑھانا ایک سر دردی اور حرج کی بات ہے۔ اس لئے شریعت نے اجازت دی ہے کہ آپ ان پر مسح کر سکتے ہیں۔ اس پر یہ شرط کہ وہ چمڑے کے ہی ہوں، بلا جواز ادعا ہے۔ کیونکہ "خفین" کی قید احترازی قید قطعاً نہیں ہے۔ بلکہ یہ مفہوم مخالف کی وہ شکل ہے جس کے احناف سخت مخالف ہیں۔

اس کے علاوہ اس کے یہ معنے ہوئے کہ اگر ایک غریب شخص موزے خریدنے کی ہمت نہیں رکھتا تو وہ محض اس لئے خدا کی فیاضی سے استفادہ کرنے سے محروم رہے کہ اس نے اونی یا سوتی جرابیں کیوں پہنیں؟ اس لئے کہ اس کی جیب میں زیادہ پیسے نہیں تھے۔ جبکہ وضو کرنے کی ضرورت ہی زیادہ تر غریب لوگوں کو پیش آتی ہے کہ نمازیوں کی اکثریت غریبوں ہی پر مشتمل ہوتی ہے —— پھر چمڑے کے موزوں جیسے حصار پر اصرار کرنے کے تو یہ معنے ہوئے کہ

پاؤں کو صرف پانی سے بچانا مقصود ہے کہ اگر ایک قطرہ پانی کا اندر اتر گیا تو روزہ ٹوٹ گیا - قرآن و حدیث میں ایک جگہ بھی ایسی نہیں ملتی جہاں چمڑے کے موزوں کی بات ہوئی ہو اور وہاں دوسری جرابوں کی نفی کی گئی ہو، جب نفیاً کچھ نہیں آیا تو اس پر اصرار کیوں کیا جاتا ہے ؟ مسح سے غرض ، یسرا (آسانی) اور دفع حرج ہے ، پاؤں کو سکہ بند سرپوش مہیا کرنا نہیں ہے - اگر مسح سے غرض یہ ہو تو پھر دوسری جرابوں کے سلسلے میں جو باتیں کی جا رہی ہیں ، وہ قابلِ غور ہو سکتی ہیں - اگر یہ غرض (واٹر پروف بنانا) نہیں ہے اور روایات اور آثار صحابہؓ سے بھی ان قیود کی کوئی تصریح نہیں ملتی تو پھر اس پر اصرار کیوں ؟ حالانکہ صحابہؓ عام جرابوں پر بھی مسح کرتے رہے ہیں - آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد میں بھی اور صحابہؓ کے دور میں بھی لیکن ان میں سے کسی بھی روایت میں ان احترازی قیود اور شروط کا کوئی سراغ نہیں ملتا - مسح کے سلسلے میں "خفین" کا جو ذکر آیا ہے ، اسے "احترازی قید" تصور کرنا علم و ہوش کی بات نہیں ہے - ورنہ ان صحابہؓ پر حرف آتے گا جو "خفین" کے علاوہ جرابوں پر بھی مسح کرتے رہے ہیں -

یہاں یہ لطیفہ بھی یاد رہے کہ : احناف کا اصرار ہے کہ آیت یا متواتر حدیث پر خبرِ واحد کے ذریعے زیادتی اور اضافہ جائز نہیں ہے - لیکن یہاں پر ان بزرگوں نے اپنی ذاتی رائے کے اضافے کر کے آیت پر بھی اضافے کئے ہیں اور خفین والی متواتر حدیث پر بھی - چنانچہ ایک طرف تو یہ فرماتے ہیں کہ حدیث کی رو سے جراب پر مسح کی زیادتی جائز نہیں ہے - لیکن دوسری طرف :

۱ - جراب پر مسح جائز ہے -

۲ - یہ کہ وہ ثخینین (موٹی) ہوں -

۳ - انہیں پہن کر کچھ فاصلہ پیدل چلا جا سکے -

۴ - باندھے بغیر وہ خود بخود پاؤں کی پنڈلی سے چمٹی رہ سکیں -

۵ - ان میں پانی نہ اتر سکے -

۶ - وہ منعل ہوں -

۷ - وہ مجلد ہوں -

گویا صرف سات اضافے کئے ہیں ——— اور اگر اس تفصیل کے ماخذ کے لئے ان سے درخواست کی جائے تو پھر "چونکہ چنانچہ" کے سوا اور کوئی واضح آیت یا حدیث مرفوع پیش نہیں فرما سکیں گے - بہرحال یہ انصاف نہیں ہے -

پگڑی پر مسح :

عمامہ (پگڑی)، پر مسح کے سلسلے میں جن صحابہ سے مرفوع روایات مروی ہیں، ان کے نام یہ ہیں:
حضرت مغیرہؓ (مسلم)، حضرت ثوبانؓ، حضرت سلمانؓ (احمد) حضرت بلالؓ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی وغیرہ) حضرت ابوامامہؓ، حضرت خزیمہؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ (طبرانی) حضرت عمروؓ بن امیہ (احمد، ابن ماجہ) حضرت ابوہریرہؓ (طبرانی اوسط، مجمع الزوائد)

ان احادیث میں روایاتی حیثیت سے اور بعض میں مفہوم کے اعتبار سے جرحیں ملتی ہیں، لیکن مجموعی لحاظ سے یہ روایات قابلِ اعتبار ہیں۔ اس لئے علی الانفراد ان روایات سے ہم بحث کی ضرورت نہیں محسوس کرتے کیونکہ ان میں فاسق یا متہم بالکذب راوی نہیں ہیں، جہاں یہ صورت ہو وہاں اگر ساری روایات بھی ضعیف ہوں تو وہ سب مل کر حسن لغیرہٖ بن جاتی ہیں، یہاں تو سب کی یہ کیفیت بھی نہیں ہے کیونکہ ان میں صحیح روایات بھی موجود ہیں۔

جن صحابہؓ سے سر پر مسح کرنا ثابت ہے، ان کے نام یہ ہیں:
حضرت انسؓ، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت ابوامامہؓ، حضرت سعدؓ بن مالک، حضرت ابوالدرداءؓ (نیل الاوطار)

تابعین میں حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز، حضرت حسنؒ، حضرت قتادہؒ، حضرت مکحولؒ، حضرت عطاءؒ اور حضرت عروہؒ (عبدالرزاق و نیل)

حضرت عمرؓ کے یہ الفاظ بصیرت افروز ہیں کہ: "جن کو پگڑی پر مسح پاک نہیں کرتا، ان کو اللہ پاک ہی نہ کرے"!

"من لم یطهره المسح علی العمامة فلا طهره الله" (طبرانی وغیرہ۔ نیل)

اصولِ حدیث کی رو سے جہاں روایات کی یہ کیفیت ہو کہ متعدد صحابہؓ حضورؐ سے ایک چیز روایت کرتے ہوں اور متعدد صحابہؓ کا ان کے مطابق تعامل بھی ہو تو ان روایات سے متعلقہ مضمون ثابت تصور کیا جاتا ہے ـــــ حضرت امام شوکانیؒ نے ان روایات کے بعد حاصل مطالعہ یہ بیان کیا ہے:
(۱) صرف سر پر مسح (۲) تنہا پگڑی پر مسح (۳) پگڑی اور سر، دونوں پر ملا کر مسح ثابت ہے۔ لہٰذا اب "چونکہ چنانچہ" کی باتیں انصاف نہیں ہے۔

"والحاصل انه قد ثبت المسح علی الرأس فقط، وعلی العمامة فقط وعلی الرأس والعمامة والکل صحیح ثابت فقصر الاجزاء علی بعض ما ورد لغیر موجب لیس من دأب المنصفین" (نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار)